تعلیمات نبوی میں سائنسی محرکات

پروفیسر امتیاز احمد سعید

دنیائے اسلام کے شہرہ آفاق مورخ علامہ ابن خلدون اپنی معرکۃ الآراء تصنیف مقدمۃ التاریخ میں "علوم" پر بحث کرتے ہوئے ان کی دو بنیادی اقسام بیان کرتے ہیں۔ ایک علوم نقلی جو واضع سے نقل کئے جاتے ہیں اور جن کا منبع وحی ہے جیسے قرآن، حدیث اور دوسرے علوم عقلی یا طبعی جن سے انسان اپنی عقل و فکر سے آگاہ ہوتا ہے اور جن کا ذریعہ حواس انسانی ہیں(۱)۔

در اصل علوم عقلی یا طبعی جنہیں علوم حکمیہ بھی کہتے ہیں انسان کے مشاہدات و تجربات کا حاصل ہیں۔ انسان اپنے حواس کے ذریعے ان کے موضوعات و مسائل اقسام و براہین اور ان کی تعلیم کے طریقوں پر راہ پاتا ہے حتیٰ کہ انسان کو اس کی فکر و نظر ان علوم سے آگاہ کر دے اور غلط و صحیح بھی بتا دے اصطلاحاً" ان علوم کو "سائنس" کہا جاتا ہے۔ سائنس کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ سائنشیا (scientia) سے ماخوذ ہے جس کے معنی "علم" کے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مقالے "سائنس" کا مصنف لکھتا ہے:۔

" سائنس کسی ایسے فیصلہ کن امر کی تلاش کا نام ہے جس کے بارے میں ہمہ گیر تائید حاصل کی جا سکے (۲)

انسائیکلو پیڈیا آف سوشل سائنسز کے مقالے "سائنس" کا مصنف یوں رقم طراز ہے " سائنس کی اصطلاح کا اطلاق عموماً" کسی مربوط علم یا منظم قوانین کے مجموعے پر ہوتا ہے خصوصاً" ان نظاموں پر جن کے قوانین کو ہمہ گیر تائید حاصل ہے یا وہ بدرجہ غایت کمال کو پہنچ چکے ہیں " (۳)

جیمز بی کانٹ سائنس کی تعریف میں کہتے ہیں :۔

" سائنس تصورات اور تصوراتی منصوبوں کا ایک مربوط سلسلہ ہے جس نے تجربات و مشاہدات کے نتائج میں نشوو ارتقاء حاصل کیا اور اس سے مزید تجربات و مشاہدات بار آور ہوئے" (۴)

ان آراء سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سائنس ان طبعی قوانین کا علم ہے جو حقائق کے مشاہدے و تجربے اور ان سے نتائج اخذ و مرتب کرنے پر مبنی ہے۔ گویا سائنس کی تین اہم

خصوصیات ہیں :۔

۔ اول یہ کہ سائنس ایک علم ہے اور علم حاصل کرنا انسان کا بنیادی حق ہے۔

۔ دوم یہ کہ سائنس کا طریق کار مشاہدات و تجربات اور انضباط اشیاء پر مشتمل ہے: اور

۔ سوم یہ کہ سائنس کا مقصد مادی وسائل سے استفادہ کرنا اور نوع انسانی کو فائدہ پہنچانا ہے ۔

غور کیا جائے تو سائنس کی ان تینوں خصوصیات کے بارے میں تعلیمات نبوی میں وافر محرکات موجود ہیں ۔ ایسی آیات واحادیث ہیں جو سائنسی علوم کے حصول اور سائنسی تحقیق پر ابھارتی ہیں ۔ سب سے پہلے حصول تعلیم کے بنیادی عمومی حق کو لیجئے ۔ آج جبکہ تعلیم عام بلکہ لازمی ہے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ تعلیم کو کسی خاص طبقے تک محدود رکھا جا سکتا ہے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی تاریخ کے ایک طویل دور میں علم حاصل کرنے پر مذہبی رہنماؤں کی اجارہ داری تھی اور اسی بنا پر پوری دنیا میں جہالت و تاریکی کا دور دورہ تھا ۔

ان حالات میں سرزمین عرب کے افق پر آفتاب رسالت طلوع ہوا جس کے نور ہدایت نے پورے عالم کو منور کر دیا اور جس نے ظلمت و تاریکی کو ختم کر کے علم و حکمت کو عام کر دیا۔ قرآن حکیم کا پہلا پیغام جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسانی کو دیا وہ علم ہی کے بیان پر مبنی تھا۔ ارشاد ہوا:

اقراء باسم ربک الذی خلق ○ خلق الا نسان من علق ○ اقراء و ر بک ا لا کرم ○ الذی علم بالقلم ○ علم الا نسان ما لم یعلم ○ (۵)

(اے نبیؐ) اپنے رب کے نام سے پڑھیئے جس نے سب کو پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھیئے کہ آپؐ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی اور ان باتوں کی تعلیم دی جنہیں انسان پہلے نہیں جانتا تھا)

پھر آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنایا کہ :

وعلم ادم الا سماء کلھاء ○ (اور آدم کو سب چیزوں کے اسماء کا علم دیا گیا) (۶)

حضور سرور کائناتؐ نے اہل علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے بنی نوع انسان پر یہ واضح فرما دیا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے ۔ آپؐ نے قرآن حکیم کا یہ مژدہ سنایا:

ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ○ (۷)

(کیا علم والے اور جاہل برابر ہوتے ہیں ؟)

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مصطفیٰؐ کو دعا کا یہ انداز سکھایا ہے :

" قل رب زدنی علما" ۝ (۸)

(اے نبیؐ) کہہ دیجئے کہ اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما۔

کتب احادیث میں حضور سرور کائنات کے متعدد ارشادات موجود ہیں جو تحصیل علم کا محرک ثابت ہوئے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: طلب العلم فریضتہ علی کل مسلم ومسلمتہ (۹)

(علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے)

حضرت انسؓ ہی سے مروی ایک دوسری حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے : من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یر جع (جو شخص علم کی تلاش میں گھر سے نکلا تو وہ واپس لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہے) (۱۰) ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے : اطلبو االعلم و لو کان بالصین (۱۱) (علم حاصل کرو چاہے اس کے لئے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے)۔

قرآن واحادیث میں جہاں جہاں لفظ "علم" وارد ہوا ہے اس سے مراد وسیع تریں اور نفع بخش علم ہے ۔ اس کے علاوہ قرآن اور احادیث میں لفظ حکمت بھی آیا ہے جسے بعض علما اور مفسرین نے سائنس کے مترادف قرار دیا ہے ۔ مثلاً" قرآن حکیم کا ارشاد ہے : ومن یوت الحکمتہ فقد اوتی خیرا" کثیرا" (۱۲)

(اور جسے حکمت دی گئی تو اسے خیر کثیر عطا کیا گیا) آنحضورؐ کا بھی فرمان ہے الحکمتہ ضا لتہ المئومن (حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے)(۱۳)

غرض حضور نبی کریمؐ نے مطلق علم اور بالخصوص علوم حکمیہ یعنی سائنس کے حصول کی طرف مسلمانوں کو راغب کیا اور مسلمانوں میں تلاش و جستجو کا وہ جذبہ ابھارا جو سائنسی دور کا نقیب ثابت ہوا۔

اب سائنس کی دوسری خصوصیت یعنی سائنسی طریق کار کو لیجئے جو مشاہدات و تجربات پر مبنی ہے ۔ حضور نبی کریمؐ نے اپنی تعلیمات میں انسان کی توجہ مشاہدے اور عقل و تجارب کی طرف مبذول کرائی ۔ آپ نے قرآن حکیم کا یہ پیغام سنایا کہ:

ان فی خلق السموت والا رض واختلاف الیل والنھار و الفلک التی تجری فی ا لبحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ما ء فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل د ا بتہ وتصریف الریح وا لسحاب المسخرین السماء والا رض لا یت لقوم یعقلون (۱۴)

(بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کو نفع دینے والی چیزیں لے کر چلتی ہیں اور اس پانی میں جس کو اللہ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد تروتازہ کیا ۔ اور اس میں ہر قسم کے جاندار پھیلائے اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل والے ہیں)

قرآن حکیم بار بار سیاحت ' مشاہدے او تفکر و تدبر پر زور دیتا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انظر و ا ماذا فی السموات والارض (۱۵) (مشاہدہ کرو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا ہے)

افلا ینظر و ن ' افلا یتفکر و ن ' افلا یتدبر و ن

(کیا وہ نہیں دیکھتے؟) (کیا وہ غور نہیں کرتے؟) (کیا وہ تدبر نہیں کرتے؟)

پھر ارشاد ہوا : افلا ینظرون الی ا لا بل کیف خلقت ○ والی السماء کیف رفعت ○ والی الجبال کیف نصبت ○ والی الا رض کیف سطحت ○ (۱۶)

(کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کس طرح پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کی طرف کہ اسے کس طرح بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو کہ کیسے کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کو کہ کس طرح بچھائی گئی ہے)۔

ان آیات کریمہ اور دیگر بہت سی آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں مشاہدے اور تجربے کی دعوت دی گئی ہے اور کائنات ' حیوانات ' نباتات ' حشرات الارض ' سیاحت ' جہاز رانی ' جغرافیہ ' ریاضی اور طب وغیرہ سائنسی علوم کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے ۔

سائنس کی تیسری خصوصیت مادیت سے انسان کا تعلق اور مادی وسائل سے استفادہ کرنے کے بارے میں ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بہت اہم حیثیت رکھتا ہے کہ لا رھبا نیتہ فی الا سلام (اسلام میں ترک دنیا کی کوئی گنجائش نہیں ہے)۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے کائنات اور اس کی ہر شے کو بنی

نوع انسان کی بھلائی کے لئے تصرف میں لایا جائے ۔ صرف یہی نہیں کہ انسان مادی ذرائع و وسائل کی ظاہری ہیئتوں سے کام لے بلکہ یہ بھی کہ وہ فطرت کی تمام قوتوں کو مسخر کر کے اپنے کام میں لائے چنانچہ آپ نے قرآن حکیم کا یہ پیغام دیا کر:

وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا" منہ (۱۷)

(اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب تمہارے لئے مسخر کر دیا گیا ہے)۔

گویا آپ نے یہ تعلیم دی ہے کہ انسان کی فلاح و نجات کا دار ومدار ترک دنیا میں نہیں بلکہ اس مادی دنیا میں اسلامی ضابطہ حیات کے مطابق زندگی گزارنے پر ہے ۔ کائنات اور اس کی تمام اشیاء کو پورے تصرف میں لایا جائے اور تمام مادی وسائل کو انسانی بہبود کے لئے استعمال کیا جائے۔ تعلیمات نبوی میں زندگی کی اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان کی دنیوی زندگی بھی بہترین ہو اور اخروی زندگی بھی بہترین ہی میسر آئے ۔ اسی لئے آپ نے قرآن حکیم کے الفاظ میں مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی کہ

ربنا اتنا فی الدنیا حسنتہ وفی الا خرۃ حسنتہ وقنا عذاب النار (۱۸)

(اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا)۔

دارصل علم انسان کو دوذرائع سے عطاہوتا ہے ۔ ایک ذریعہ انسانی حواس ہیں جن کی وساطت سے انسان اللہ تعالی کے ان طبعی قوانین کا علم حاصل کرتا ہے جن کے مطابق کائنات میں طبعی افعال رونما ہوتے ہیں مثلاً" سورج کا طلوع ہونا بارش کا برسنا ' پودوں کا اُگنا ' سیاروں کی گردش وغیرہ۔ علم کا دوسرا ذریعہ وحی ربانی ہے جو انبیا علیہم السلام کی وساطت سے انسان کو پہنچا۔ یہ علم ان باتوں کے بارے میں ہے جو انسانی حواس کے احاطے سے باہر ہیں مثلاً" اللہ تعالی کی ذات وصفات کا علم فرشتوں قیامت و آخرت اور تقدیر کا علم۔

انبیاء علیہ السلام کی بعثت کا مقصد علوم وحی کو انسان تک پہنچانا اور احکام وحی کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کے لئے خود اپنا نمونہ پیش کرنا اور لوگوں کی تربیت وتزکیہ کرنا ہے۔ اسی لئے انبیائے کرام دنیوی مسائل اور سائنسی نظریات سے بحث نہیں کرتے۔ ان کی تعلیمات میں ایسی باتوں کا اگر ذکر آتا ہے تو اس کا مقصد اللہ تعالی کی عظمت اور قدرت کو بیان کرنا ہوتا ہے ۔ مثلاً"

قرآن حکیم میں چاند کی منازل' سورج اور چاند کی مقررہ رفتار سے گردش' بارش کا برسنا' پانی سے حیات کی تخلیق وغیرہ کا ذکر اللہ تعالی کی کبریائی اور اس کی صفات کا مظہر ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں کتنے ہی محرکات ہیں جو انسان کو تجسس جستجو اور سائنسی تحقیق پر آمادہ کرتے ہیں ۔ حدیث پاک ہے کہ مدینہ طیبہ میں لوگ کھجوروں کے درختوں کو پیوند لگاتے تھے تاکہ پیداوار زیادہ ہو آپ نے دیکھا تو منع فرما دیا۔ اس کے بعد پھل کم آئے ۔ حضورؐ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے دنیوی معاملات کو بہتر سمجھتے ہو یعنی جیسا کرتے تھے ایسے کیا کرو۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیوی معاملات میں انسانی مشاہدے اور تجربے سے رہنمائی حاصل کی جانی چاہیئے ۔

تعلیمات نبوی میں نماز' روزہ' زکوۃ اور حج بنیادی ستون ہیں مگر ان احکام پر عمل درآمد کے لئے سائنسی علوم کا جاننا ضروری ہے مثلاً نماز کے سلسلے میں سمت قبلہ معلوم کرنا ہوتا ہے ۔ سفر حج کیلئے بھی سمت کعبہ کا علم حاصل کرنا ہوتا ہے ۔ روزے کے لئے سحر و افطار کے اوقات کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ اس غرض کے لئے علم فلکیات اور علم ریاضی سے مدد لینا ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مسلمانوں نے رصدگاہیں بنائیں' تجربات کئے اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں ۔ البیرونی نے غزنی میں فلکیات و ریاضی کے قاعدے سے سورج کا ارتفاع معلوم کر کے غزنی سے سمت قبلہ متعین کی ۔ اس کا یہ طریقہ اتنا اہم ہے کہ صدیوں بعد آج بالٹیمور یونیورسٹی (امریکہ) میں ان تحقیقات کی بنیاد پر زمین کی گردش کی رفتار معلوم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔

زکوۃ و عشر' جزیہ' خراج' غنیمت اور مال وراثت کے احکام پر عملدرآمد کے سلسلے میں آنحضورؐ کی ہدایات بھی سائنسی علوم کا محرک ثابت ہوئیں کیونکہ ان مدوں میں ادائیگی وصولی اور تقسیم کے حساب کتاب کیلئے ریاضی کا علم حاصل کرنا ضروری ہے ۔ طبی امور کے سلسلے میں آنحضرتؐ کی بکثرت ہدایات کتب حدیث موجود ہیں ۔ بالخصوص آپؐ کا یہ فرمان کہ " لکل داء دواء" (ہر مرض کا علاج ہے) مسلمانوں کی طبی تحقیقات کا محرک ثابت ہوا۔ خود آپؐ کے طبی مشوروں اور اصولوں کو طب نبوی کے نام سے مرتب کیا گیا ہے۔ حضورؐ کی یہ ہدایات حفظان صحت اور علم الادویہ وغیرہ میں ترقی کا موجب ثابت ہوئیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور تعلیمات میں جو علمی اور

سائنسی محرکات پائے جاتے ہیں ان کی بنا پر مسلمانوں میں علمی اور تحقیقی روح یعنی سائیٹیفک سپرٹ پیدا ہوئی اور مسلمان علم کی جستجو اور اللہ تعالی کی مخلوق نباتات جمادات ' حیوانات اور خود انسان کے مطالعہ کے لئے اتنے مستعد ہو گئے کہ انہوں نے اس غرض کے لئے دور دراز کے بحری وبری سفر کئے ۔ براہ راست مشاہدے سے کائنات کے طبعی قوانین دریافت کرنے کا طریقہ وجود میں آیا جسے دور جدید میں سائنسی اسلوب (سائنٹفک میتھڈ) کہا جاتا ہے اور دور حاضر کی سائنسی ترقی ممکن ہوئی ۔

مسلمان سائنس دانوں میں گیارہویں صدی میں ابن الہیثم نے بطور خاص سائنسی اسلوب کی بہت سی تفصیلات طے کیں اور اس سے کام لے کر بصریات میں زبردست انکشافات کئے جس کا اثر بعد میں یورپ کے سائنس دانوں پر ہوا۔ مسلمانوں نے اور بھی بے شمار سائنس دان پیدا کئے جنہوں نے سائنسی اسلوب سے کام لیا۔ ان میں البیرونی' جابر بن حیان' ابن بیطار' عمر بن الخیام' محمد زکریا رازی' ابو منصور موافق اور ابو القاسم نے شاندار کارنامے انجام دیئے۔ انہی عظیم سائنس دانوں کے علوم بعد میں یورپ منتقل ہو گئے اور وہاں کی حیرت انگیز سائنسی ترقی کا موجب بنے۔ مشہور مستشرق برٹرینڈ رسل لکھتا ہے ۔

" عرب یونانیوں کی نسبت زیادہ تجرباتی تھے اور یہ صرف عربوں ہی کا کارنامہ تھا کہ یورپ کے دور مظلمہ میں تہذیبی روایات آگے بڑھتی گئیں اور راجر بیکن جیسے عیسائیوں نے قرون وسطی کے سائنسی نظریات سے جو استفادہ کیا وہ عربوں ہی کے طفیل تھا" ۔ (۱۹)

ایک دوسرے یورپی مفکر بریفالٹ نے لکھا ہے ۔

" ہماری سائنس پر عربوں کا جو احسان ہے وہ چونکا دینے والے انکشافات یا انقلابی نظریات پر مشتمل نہیں بلکہ سائنس اس سے بھی زیادہ عربی ثقافت کی ممنون احسان ہے کیونکہ دراصل سائنس کو اسی ثقافت نے جنم دیا ہے ...... ہم جس چیز کو سائنس کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ اس امر کا نتیجہ ہے کہ تحقیق کی نئی روح پیدا ہو گئی تفتیش کے نئے طریقے معلوم کئے گئے تجربے مشاہدے اور پیمائش کے اسلوب اختیار کئے گئے ۔ ریاضیات کو ترقی دی گئی اور یہ سب کچھ ایسی شکل میں نمایاں ہوا جس سے یونانی بالکل بے خبر تھے دنیائے یورپ میں اسی روح کو اور ان اسالیب کو رائج کرنے کا سہرا عربوں کے سر ہے"۔(۲۰)

غرض تعلیمات نبوی میں ایسے محرکات موجود ہیں جن کی بناء پر مسلمان علماء مفکرین اور سائنس دانوں نے جدید سائنسی اسلوب کو ایجاد کیا اور ایسے انکشافات کئے جو یورپ کی موجودہ سائنسی ترقی کی بنیاد ثابت ہوئے۔

حوالہ جات

۱۔ ابن خلدون مقدمہ جلد نمبر ۲ باب ششم

۲۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مقالہ سائنس ج ۲۰ ص ۱۱۴

۳۔ انسائیکلو پیڈیا آف سوشل سائنسز مقالہ سائنس ج ۳ ص ۵۹۱

۴۔ جیمز بی کانٹ سائنس اور عقل سلیم (مترجم غلام رسول مہر) شیخ غلام علی لاہور ص ۵۰

۵۔ سورۃ العلق صفحہ ۱ تا ۵

۶۔ سورۃ البقرہ نمبر ۳۱

۷۔ الزمر ۹

۸۔ طہٰ ۱۱۴

۹۔ المشکوۃ المصابح کتاب العلم حدیث ۲۰۴

۱۰۔ ایضاً ۲۰۶

۱۱۔ ایضاً ۳۰۷

۱۲۔ سورۃ البقرہ ۲۶۹

۱۳۔ المشکوۃ المصابح

۱۴۔ سورۃ البقرہ ۱۶۴

۱۵۔ سورۃ یونس ۱۰۱

۱۶۔ سورۃ الغاشیہ ۱۷۔۲۰

۱۷۔ سورۃ الجاثیہ ۱۳

۱۸۔ سورۃ البقرہ ۲۰۱

۱۹۔ برٹرنیڈ رسل دی سائنٹیفک آؤٹ لک صفحہ ۲۲

۲۰۔ رابرٹ بریفالٹ (مترجم عبد المجید سالک) تشکیل انسانیت صفحہ ۲۴۷ مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج تعلیم

غزل کاشمیری

حیات اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے جملہ گوشوں پر اہل علم وفضل نے سیر حاصل بحثیں کیں، اور آپ علیہ السلام کی حیات اقدس کے جملہ پہلوؤں کو اپنی بساط کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی، معلم اعظم کی حیثیت سے بھی آپ کی ذات اقدس پر مضامین لکھے گئے مگر آپ کے طریقہ تعلیم پر بہت کم لکھا گیا' زیر نظر مقالہ میں اس پہلو سے متعلق اپنا حاصل تحقیق پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مذاکرہ

مذاکرہ سے مراد ایک دوسرے کو علم سکھانا' دوسروں کے آگے پڑھنا یا کئی طالبعلموں کا مل کر کسی قضیہ یا مسئلہ پر بحث ومکالمہ کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طریقہ کار پر خود بھی عمل فرماتے تھے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی تلقین فرماتے تھے۔

سعید بن الخدری فرماتے ہیں: اصحاب نبی جب بیٹھ جاتے تو ان کا موضوع گفتگو فقہ ہوتا تھا۔ یا پھر وہ کسی ساتھی کو کہتے کہ وہ قرآن سے کوئی سورۃ پڑھے اور پھر سب اس پر بحث کرتے تھے۔ (۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنی بات کو بار بار دوہرایا کرتے تھے تاکہ طالب علم اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیں' کسی مسئلہ کو بار بار دوہرانے سے اسے ازبر کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ خود قرآن پاک کا طریقہ تعلیم بھی یہی ہے۔ قرآن پاک میں اکثر عقائد' اعمال اور معاملات کی تکرار آئی ہے۔ حضرت انس بن مالک کہتے ہیں۔ "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساٹھ آدمی تھے۔ آپ ہمیں حدیث بیان فرماتے' اگر اسے حفظ کرنے کی ضرورت محسوس کرتے تو ہم میں سے ہر ایک اس حدیث کو بار بار پڑھتا تھا۔ جب مجلس سے فارغ ہوتے تو گویا وہ مسئلہ ہمارے دلوں میں پوری طرح جڑ پکڑ چکا ہوتا تھا(۲) امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے۔ " باب من سمع شیئاً فراجع حتی یعرفہ "

" اگر کوئی آدمی کوئی چیز سنے اور پھر اسے مکمل طور پر سمجھنے کے لئے اسے دوبارہ کہلوائے۔ اس باب کے تحت حضرت عائشہ کے بارے میں فرماتے ہیں ' " جب وہ کوئی علمی بات سمجھ نہیں سکتی تھیں تو اسے دوبارہ نبی پاکؐ سے کہلواتی تھیں ۔ یہاں تک کہ آپ اسے اچھی طرح سمجھ جاتی تھیں۔"(۳)

ابو سعید خدری فرماتے ہیں ۔ " نبی پاک کے اصحاب جب اکٹھے ہوتے تھے تو علم کا مذاکرہ کرتے تھے ۔ اور قرآن کی کوئی سورۃ پڑھتے تھے " (۴)

اہم نکات کا قلمبند کرنا :

ہر طالب علم کو چاہئے کہ وہ اپنے استاد کے خطبہ کے اہم اجزاء کو قلم بند کرے ۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو عشاء کی نماز کے بعد اکٹھا ہونے کو کہا کہ کل وہ سب نماز کے لئے آئیں میں نے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں ۔

صحابہ کرام نے آپس میں یہ طے کیا کہ فلاں نبی پاک کا پہلا کلام نوٹ کرے گا۔ فلاں دوسرا قول اور فلاں آخری بات نوٹ کرے گا۔ تاکہ آپؐ کی کوئی بات قلم بند ہونے سے رہ نہ جائے۔ آج کل اسے اصول علم الاختزال کہا جاتا ہے ۔(۵)

مدارسہ :

طالب علموں کا آپس میں سبق دوہرانا مدارسہ کہلاتا ہے ۔ مذاکرہ میں انسان اپنی ذاتی رائے بھی دے سکتا ہے مدارسہ میں اسباق کو صرف دوہرانا مقصود ہوتا ہے ۔

ایک طویل حدیث ہے ۔

ترجمہ : اگر کچھ لوگ خدا کے گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کا علم حاصل کریں ۔ اور اسے ایک دوسرے کو سنائیں تو ان پر سکینت طاری ہوتی ہے ۔ اور خدا کی رحمت ان پر چھا جاتی ہے۔ اور ملائکہ ان کو احاطہ کر لیتے ہیں ' اور خدا ایسے لوگوں کو فرشتوں کی محفل میں یاد کرتا ہے اور جس نے علم میں سستی کی اسے اس کا حسب آگے نہیں لے جا سکے گا ۔ ملا علی قاری مشکوۃ کی شرح میں فرماتے ہیں ' "تدریس یہ ہے کہ ایک دوسرے کو قرآن سنایا جائے تاکہ الفاظ کی تصحیح ہو سکے اور اس کے معانی کھل کر سامنے آجائیں"(۶) ۔ پھر فرماتے ہیں "ہو سکتا ہے تدارس سے مراد

مدرسہ ہو جو آج کل مشہور و معروف ہے ۔ مثلاً " ایک آدمی دس آدمیوں کو سنائے اور پھر دوسرا مزید دس کو سنائے" (۷)

ایک بار حضرت ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا " میرے سامنے حدیث بیان کرو' سعید نے کہا" میں بیان کروں اور آپ سامنے موجود ہوں ! (انہوں نے تعظیماً" ایسا کہا) ۔ ابن عباس نے کہا" کیا یہ اللہ کی نعمت نہیں ہے کہ تم پڑھو اور میں سامنے کھڑا ہوں ۔اگر تم نے غلطی کی تو میں تصحیح کر دوں گا۔ اور تم نے صحیح پڑھا تو پھر ٹھیک ہے"

یہ واقعہ بیان کر کے امام کتانی فرماتے ہیں ' " تعلیم کو تدریس کی صورت میں پھیلانے کا سہرا صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے سر ہے" (۸) حدیث شریف میں آیا ہے ۔

" ایک دن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک سے باہر نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے وہاں آپ نے دو حلقے دیکھے ' ایک حلقے کے لوگ قرآن پڑھ رہے تھے اور دوسرے حلقے کے لوگ تعلیم و تعلم میں مصروف تھے ۔ آپ نے فرمایا : دونوں حلقے اپنی اپنی جگہ بہتر ہیں ' یہ لوگ قرآن پڑھ رہے ہیں ' اور خدا سے دعا مانگ رہے ہیں ۔ چاہے خدا انہیں عطا کرے یا نہ کرے ' مگر دوسرے لوگ کچھ سیکھ رہے ہیں اور سکھا رہے ہیں ۔ میں بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور پھر تعلیم و تعلم والے حلقے میں بیٹھ گئے " ۔ (۹)

رات کو سبق کا اعادہ :

امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے"باب العلم والخطتہ بالليل (۱۰) ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم معلم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر نفسیات بھی تھے ۔ آپ صحابہ کرام کو ہر وقت حصول علم میں مگن نہیں رکھتے تھے ۔ بلکہ آپ ان کی معاشی اور گھریلو ضروریات کا بھی خیال رکھتے تھے چنانچہ طالب علموں کو تلقین کرتے تھے کہ وہ دن کے ایک حصے میں علم حاصل کریں اور پھر اپنے گھریلو امور کو سرانجام دیں اور رات کو علم کا اعادہ کریں ۔ رات کا وقت دن کے شور اور ہنگامہ سے پاک اور پرسکون ہوتا ہے ۔ انس فرماتے ہیں ۔ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو عشاء کے بعد خطبہ و درس دیا کرتے تھے" حضرت عمر فرماتے ہیں : "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے اہم امور کے بارے میں ابوبکر سے رات کو مشورہ کیا

کرتے تھے۔"

ایک بار حضرت عمر نے ابو موسی الاشعری کے ساتھ بحث ومناظرہ میں ساری رات گزار دی ۔ یہ مباحثہ فقہ کے مسائل کے بارے میں تھا ۔ ابو موسی اشعری نے کہا' "اب فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے" حضرت عمر نے یہ بلیغ جواب دیا ۔ "ہم تو اب تک حالت نماز میں تھے ۔" امام دامنی اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں "کہ طالب علم کو رات کے وقت سبق یاد کرنا چاہئے۔"

حضرت انس فرماتے ہیں "کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ کچھ لوگ ہمارے ساتھ بھیجیں جو ہم کو قرآن وسنت کی تعلیم دیں ۔ آپ نے ان کی طرف انصار کے ستر آدمی بھیجے انہیں قراء کہا جاتا تھا ۔ ان میں میرے خالو حرام بن ملحان انصاری بھی تھے ۔ یہ لوگ رات کو قرآن پڑھا کرتے تھے ۔ اور ایک دوسرے کو درس دیا کرتے تھے"۔(۱۱)

سوال وجواب:

طلبہ کو سوال یعنی پیدا شدہ الجھن کے متعلق اساتذہ کرام سے سوال وجواب اور کل کا تبادلہ فکر کو جلا بخشتا اور علمی ترقی میں اضافہ کا سبب بنتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رجحان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" جالس العلماء وسائل الکبراء و خالط الحکماء (۱۲)"

"یعنی علماء کے سامنے بیٹھو ۔ بڑوں سے پوچھو اور دانا لوگوں کی محفل اختیار کرو"

امام ابن عبدالبر نے باب باندھا ہے ۔ "حمدالسئوال والا لحاح فی طلب العلم فدم ماممنع"۔

یعنی شاگرد کا حصول علم کی خاطر استاد سے سوال کرنا یا اسے مجبور کرنا پسندیدہ فعل ہے ۔ اور غیر ضروری سوالات سے پرہیز کرنا۔ (۱۳)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: "رحم اللہ النساء الانصار لم یمنعھن الحیاء ان یسئلن عن امر دینھن۔(۱۴)

اللہ انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے ۔ انہوں نے اپنے دین کے بارے میں جو کچھ پوچھنا

ہوتا تھا اس میں ان کی حیاء آڑے نہیں آتی تھی۔

حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا' تم نے علم کیسے حاصل کیا فرمایا ' پوچھنے والی زبان سے اور عقل والے دل سے۔ (۱۵)

تعلیم میں درجہ بندی:

امام بخاری قرآن پاک کی آیت کو"کونو اربانیین" (۲) کے تحت فرماتے ہیں کہ اس سے مراد علماء اور فقہاء ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔

الربانی الذی یربی الناس بصغار العلم قبل کبارہ۔

"ربانی وہ ہے جو اپنے شاگردوں کی تربیت بڑے علوم سے پہلے چھوٹے علوم سے کرتا ہے"۔(۱۷)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ "صغار علم سے مراد وہ علوم ہیں جو بالکل آسان اور واضح ہوں اور کبار علم سے مراد مشکل اور دقیق علوم ہیں۔ یا یہ کہ ربانی وہ ہے جو طالب علم کو کلیات سے پہلے جزئیات پڑھائے اور اصول سے پہلے فروع پڑھائے اور مقاصد سے پہلے مقدمات پڑھائے۔"(۱۸)

طالب علم کی ذہنی سطح کا اندازہ لگانا:

طالب علم کی ذہنی سطح کے مطابق اسے پڑھانا یا اس پر علم کا اتنا ہی بوجھ ڈالنا جسے وہ برداشت کر سکے طریقہ تعلیم کے مہمات امور میں سے ہے۔ اگرچہ یہ بھی اصول ارتقاء کا ہی حصہ ہے لیکن بسااوقات ایک بہترین استاد طالب علم کی ذہنی سطح کے مطابق اس سے سوال کرتا ہے۔ اور پھر اس سے جواب کی توقع کرتا ہے۔تاکہ پتہ چلے کہ وہ طالب علم کتنا ذہین یا محنتی ہے۔ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے۔" باب طرح العالم المسالۃ علی اصحابہ لیختبر ماعند ھم من العلم"۔ یعنی عالم کا اپنے شاگردوں کے سامنے کوئی مسئلہ رکھنا تاکہ اندازہ لگایا جا سکے کہ ان کے پاس علم کتنا ہے؟

چنانچہ خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے ایک مسئلہ پیش کیا کہ مومن کی مثال ایک درخت جیسی ہے۔ اس محفل میں ابن عمر بھی بیٹھے تھے۔ آپ کی عمر پندرہ برس تھی۔ اس محفل میں ابوبکر' عمر' ابوہریرہ اور حضرت انس جیسے اکابر صحابہؓ بھی موجود تھے۔

ابن عمر نے یہ مسئلہ جان لیا ' لیکن کم عمری کی وجہ سے جواب نہ دیا ' انہوں نے اپنے والد عمر سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "اگر تم یہ جواب دے دیتے تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ قابل عزت ہوتا۔" (۱۹)

علماء کرام نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ استاد کو اپنے شاگردوں کی علمی سطح کا اندازہ لگانے کے لئے پیچیدہ ' دقیق ' اور مشکل مسائل کو سمجھانے کے لئے ایسے سوالات کرنے چاہئیں ۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس عمل کو "الالغاز" کہتے ہیں انہیں "المعایات" اور "الاحاجی" بھی لکھا جاتا ہے ۔ (۲۰)

اختصاص طلبہ :

اگر ایک استاد کے سامنے کئی جماعتوں کے طالب علم موجودہ ہوں تو فرداً فرداً ہر ایک کی طرف متوجہ ہونا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے ۔ وہ جماعت کے ذہین ترین شاگرد کو لیتا ہے اور مبتدیوں کو اس کے سپرد کر دیتا ہے ۔ اس طرح استاد کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے ۔ اور نئے طلبہ کی طرف توجہ دینے کے قابل بھی ہوجاتا ہے ۔ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس طریق کار پر عمل کرتے تھے ۔ آپ نے فرمایا

اقتدو ا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکر واھتدوا یھدی عمر و اذا حدثکم ا بن ا م معبد فصدقوا۔

میرے بعد تم ان لوگوں کی پیروی کرو اور ابوبکر کی طرف سے اشارہ کیا۔ اور تم عمر کے طریقہ پر چلتے رہنا اور جب ابن ام معبد (عبداللہ بن مسعود) تم سے کچھ بیان کرے تو اسے سچ جاننا۔

ایک اور حدیث ہے ۔ استقرو القرآن من ابی و ابن مسعود

تم ابی اور ابن مسعود سے قرآن حاصل کرو۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے جابیہ کے مقام پر لوگوں سے خطاب کیا۔

"اے لوگو! تم میں سے جو قرآن کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ ابی بن کعب کے پاس آئے۔ اور جو فرائض کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ زید بن ثابت کے پاس آئے جو فقہ کے بارے میں پوچھنا

چاہے وہ معاذ بن جبل کے پاس آئے اور جو مال کے بارے میں پوچھنا چاہے (وظائف اور روزینے) تو وہ میرے پاس آئے۔ کیونکہ خدا نے مجھے مال کا والی اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے"۔(۲۱)

فن کتابت:

احادیث و سیر کی کتابوں میں نبی پاک کی قلم اور الفاظ کو خوبصورت بنانے کے بارے میں جو ہدایات ملتی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ اپنے صحابہ کرام کو خوش خطی کی طرف بھی متوجہ کرتے تھے۔ خوش خطی سے طالب علم کا مضمون دوگنی اہمیت حاصل کر جاتا ہے اور اگر کسی طالب علم کا خط بھدا ہو یا اسے پڑھنا دشوار ہو تو اچھے سے اچھا مضمون بھی نظروں سے گرجاتا ہے لیکن اگر مضمون خوشخط لکھا ہو تو انسان اسے زیادہ دلچسپی سے پڑھے گا اور اس کے مباحث سے لطف اندوز بھی ہو گا۔ اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"قد کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطہ ذا لک الخط علم"

خدا کا ایک نبی بہترین انداز میں لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ جس کی لکھائی اس نبی کی لکھائی کے مطابق ہوئی اس نے واقعی لوگوں کو علم سکھایا"۔

گویا خوبصورت خط علم کے ابلاغ میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"خوبصورت خط حق کو زیادہ واضح کر دیتا ہے" (۲۲)

امام سفیان ثوری قرآن پاک کی اس آیت "اوا ثارۃ من علم" (۲۳) سے مراد علم خط مراد لیا کرتے تھے۔

ایک بار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا' خط کیا ہے؟" آپؐ نے فرمایا' ھو ا ثارۃ من علم" یعنی یہ بھی علم کی ایک شاخ ہے۔ حضرت ابن عباس بھی۔"اثارۃ من علم" سے مراد خوبصورت خط لیا کرتے تھے۔

ایک بار مصر کے گورنر عمرو بن العاص حضرت عمر کے پاس آئے۔ عمر نے پوچھا" تم مصر پر کس کو قائم مقام بنا کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا' مجاہد بن جبیر کو" عمر نے پوچھا کہ یہ غزوان کی بیٹی کا

مولی ہے ؟ انہوں نے کہا ہاں ! وہ کاتب بھی ہے ۔ اس پر حضرت عمر نے کہا ' "علم اپنے صاحب کو بہت اونچا لے جاتا ہے"۔

یہاں حضرت عمر کا اشارہ اس کے خوبصورت خط کی طرف تھا ۔ (۲۴)

احادیث میں قلم ودوات کا ذکر اکثر ملتا ہے ۔

عبداللہ بن حنش فرماتے ہیں ' " میں نے صحابہ کرام کو نرسل کی قلموں سے اپنی ہتیلیوں پر لکھتے دیکھا ہے"۔

ایک بار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ سے کہا " اپنا قلم کان پر رکھا کرو 'کیونکہ یہ علم کو یاد دلاتا ہے ۔

عہد رسالت میں کاغذ چونکہ مہنگا پڑتا تھا اس لئے عرب اس پر کم لکھتے تھے ۔ صحیح بخاری میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی ' لایستوی القاعدعن من المومینین ۔ (۲۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے براء بن معرور سے کہا " زید کو میرے پاس بلاؤ کہ وہ تختی ' دوات اور ران کی ہڈی لے کر آئے "۔ (۲۶)

عرب جانوروں کی ران کی ہڈی پر بھی لکھا کرتے تھے ۔ کیونکہ وہ چوڑی ہوتی ہے ۔

طالب علم کے لئے سفر:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حصول علم پر محض زور ہی نہیں دیا بلکہ اس کے لئے اگر انسان کو کٹھن مصائب اور خطرناک سفر بھی اختیار کرنا پڑے تو اس میں بھی آپ نے اجر عظیم کی نوید سنائی ہے ۔ قاضی ابن العربی المعافری فرماتے ہیں ۔ " موسی پہلے صاحب شریعت ہیں جنہوں نے طلب علم کی خاطر سفر اختیار کیا یہ سفر سورۃ الکھف میں موجود ہے اور امام بخاری نے کتاب العلم میں اس کا تذکرہ دوبار کیا ہے ۔ امام غزالی فرماتے ہیں ۔ " عہد صحابہ سے لے کر آج تک جو کچھ بھی حاصل ہوا وہ سفر کے ذریعے ہی حاصل ہوا ہے " ۔ (۲۷)

خود قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے ۔ فلولا نفرمن کل فرقتہ منھم طائفتہ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذ رو ن ۔ (۲۸)

" کیوں نہ ہر گروہ میں چند لوگ اٹھے جو دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب اپنی قوم میں

واپس جاتے تو انہیں علم سکھاتے تا کہ وہ آخرت سے ڈرتے" جابر بن عبداللہ ایک دوسرے صحابی عبداللہ بن انیسؓ کے پاس صرف ایک حدیث کی خاطر ایک ماہ کا سفر طے کر کے گئے ۔ قرآن پاک کی آیت السا ئحون کا ترجمہ ابن عباس نے طلبتہ العلم کیا ہے یعنی حصول علم کی خاطر سفر اختیار کرنے والے ۔(۲۹) عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔

"اگر مجھے پتہ چل جائے کہ فلاں آدمی کتاب اللہ کا علم مجھ سے زیادہ رکھتا ہے تو میں سفر کر کے اس کے پاس آؤں گا" (۳۰)

حوالہ جات

۱۔ عبدالحیٔ الکتانی : التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۲۳

۲۔ ایضاً ص ۳۲۷

۳۔ الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ کتاب العلم ج ۱ ص ۲۱ اصح المطابع الطبعۃ الثانیہ ۱۹۶۱ء ۔ ۱۳۸۱ھ ۔ مقدمہ شیخ احمد علی سہارن پوری

۴۔ التراتیب الاداریہ ج ۲، ص ۲۷۸

۵۔ ایضاً ص ۲۳۶ ۔ ۲۳۷

۶۔ ابن ماجہ سنن مقدمہ باب فضل العلماء و الحث علی طلب العلم ۔

۷۔ البضاعۃ المزجاۃ لمن یطالع المرقاۃ یطالع المرقاۃ فی شرح المشکاۃ ۔ج ۱ ص ۲۷۱ مکتبہ امدادیہ ملتان ۔ ۱۹۷۲ء/۱۳۹۲ھ مقدمہ شیخ محمد عبدالحلیم بن عبدالرحمن الچشتی

۸۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۱۸ ۔

۹۔ ابن ماجہ مقدمہ باب فضل العلماء و الحث علی طلب العلم ۔

۱۰۔ الجامع ص ۲۲ ۔

۱۱۔ ان تمام حوالوں کیلئے ملاحظہ ہو التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۳۸ ۔

۱۲۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۳۸ ۔

۱۳۔ جامع بیان العلم وفضلہ وماینبغی فی روایتہ و حملہ ج ۱ ص ۸۷ تا ۸۹ ادارہ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۶ھ

۱۴۔ الجامع ص ۲۴ ۔

۱۵۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۳۲۱ ۔

۱۶۔ آل عمران ۳ : آیت ۷۹

۱۷۔ الجامع ص ۲۹ باب العلم قبل القول و العمل

۱۸۔ فتح الباری، ج ۱ ص ۱۶۲ تحقیق عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز محمد فواد عبدالباقی اور محب الدین الخطیب دارالنشر الکتب الاسلامیہ ۔ ۲ ۔

۱۹۔ الجامع ص ۲۴ باب الحیاء فی العلم یہ واقعہ کتاب العلم میں چار مرتبہ مختلف سیاق و سباق میں بیان ہوا ہے ۔

۲۰۔ التراتیب الاداریہ ج ۲۳۱/۲ ۔ ۲۳۲ ۔

۲۱۔ ان سب حوالوں کیلئے ملاحظہ ہو التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۲۷ تا ۲۲۹ ۔

۲۲۔ ایضاً ص ۲۴۵ ۔

۲۳۔ الاحقاف ۲۶ : آیت ۴ ۔

۲۴۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۹۸ ۔ ۲۹۹ ۔

۲۵۔ النساء ۴ : آیت ۹۵ ۔

۲۶۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۴۱/۲۴۳ ۔

۲۷۔ ایضاً ص ۳۳۴ ۔

۲۸۔ التوبۃ ۹ : آیت ۱۲۲ ۔

۲۹۔ عبدالماجد دریا آبادی تفسیر ص ۴۲۶ ۔ تاج کمپنی لمیٹڈ ۔

۳۰۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۳۳۴ ۔